

نظام و نصابِ تعلیم میں اصلاحات کے لیے مولانا مودودیؒ کا منہج: پاکستانی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Moulānā Maudūdī Approach to Reform syllabus and Educational System: An Analysis in the Context of Pakistan

ہارون رشیدⁱ ڈاکٹر ریاض احمد سعیدⁱⁱ

Abstract

Moulānā Maudūdī was a great Muslim reformer and thinker of the twentieth century. A significant role was played by him in the transformation of the Indian Subcontinent (India and Pakistan) Muslim's society. Like many other Muslim thinkers, Syed Maudūdī was not satisfied with both the modern secular and traditionalist Islamic education systems. In his opinion, both systems have failed to comprehend and construct the Muslim society and state in all dimensions. The existing institutions and approaches were criticized by him at large and he wished and worked for the alternative education system to the Muslim society. He has been argued for a combined Islamic and modern approach to meet the challenges of the 21st century. Moreover, his views about the integration of secular and religious education systems are very innovative and could transform Muslim society on both local and global levels successfully. His educational approach is based on faith with modern requirements and techniques. The educational model given by Syed Moduli was very comprehensive and progressive and fulfil all needs of religion, science and morality and thus makes a harmonious blend of all the three in a holistic manner. In this context, this paper elaborates Moulānā Maudūdī's approach towards the modern and traditional education system in an objective way from the Pakistani context. An alternative to the current education system is also presented by him. The analytical research methodology has been adopted in this study with a qualitative approach.

Keywords: Maudūdī, educational reforms, modern and traditional system, Pakistan.

تعارف

اسلامی دنیا کی معروف شخصیت سید ابوالاعلیٰ مودودی اور نگ آباد دکن ہندوستان میں پیدا ہوئے¹۔ مشہور عالم

i ایم فل سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ii اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

دین اور مفسر قرآن اور جماعت اسلامی کے بانی تھے۔ آپ بیسویں صدی کے موثر ترین اسلامی مفکرین میں سے ایک تھے۔ ان کی سوچ و فکر اور ان کی ادبی خدمات نے پوری دنیا کی اسلامی تحریک کے ارتقا میں گہرا اثر ڈالا اور وہ حقیقی معنوں میں اس صدی کے مجدد ثابت ہوئے۔

اسلام کی دنیا بھر میں موجودہ پزیرائی سید ابوالاعلیٰ مودودی اور شیخ حسن البنا (اخوان المسلمون کے بانی) کی فکر کا ہی نتیجہ ہے جنہوں نے عثمانی خلافت کے بعد نہ صرف اسے زندہ رکھا بلکہ اسے خائفوں سے نکال کر عوامی پزیرائی بخشی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کو ان کی دینی خدمات کے پیش نظر شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازا گیا، آپ کی لکھی ہوئی قرآن مجید کی تفسیر تفہیم القرآن کے نام سے مشہور ہے جو دور جدید کی نمائندگی کرنے والی اس دور کی بہترین تفسیروں میں شمار ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا مودودی کو لکھنے کی خداداد صلاحیت سے نوازا تھا اس لیے انہوں نے قلم کے ذریعے اپنے خیالات کو لوگوں تک پہنچانے اور پھر اسی کو ذریعہ معاش بنایا۔ چنانچہ ایک صحافی کی حیثیت سے انہوں نے اپنی علمی زندگی کا آغاز کیا اور متعدد اخبارات میں مدیر کی حیثیت سے کام کیا جن میں اخبار "مدینہ" (بجھور (اتر پردیش)) "تاج" جبل پور اور جمعیت علمائے ہند کا روزنامہ "الجمعیت" دہلی خصوصی طور پر شامل ہیں²۔ اور 1925ء میں جب جمعیت علمائے ہند نے کانگریس کے ساتھ اشتراک کا فیصلہ کیا تو سید مودودی نے بطور احتجاج اخبار "الجمعیت" کی ادارت چھوڑ دی³۔

جس زمانے میں سید مودودی "الجمعیت" کے مدیر تھے ایک شخص نے سوامی شردھانند نے شرمی کی تحریک شروع کی جس کا مقصد تھا کہ مسلمانوں کو ہندو بنایا جائے چونکہ اس تحریک کی بنیاد نفرت، دشمنی اور تعصب پر تھی اور اس نے اپنی کتاب میں حضرت محمد ﷺ کی توہین کی جس پر کسی مسلمان نے غیرت ایمانی میں آکر سوامی شردھانند کو قتل کر دیا۔ اس پر پورے ہندوستان میں ایک شور برپا ہوا۔ ہندو دین اسلام پر حملے کرنے لگے اور یہ کہا جانے لگا کہ اسلام تلوار اور تشدد کا مذہب ہے۔

"انہی دنوں مولانا محمد علی جوہر نے جامع مسجد دہلی میں تقریر کی جس میں انہوں نے بڑی درد مندی کے ساتھ اس ضرورت کا اظہار کیا کہ کاش کوئی شخص اسلام کے مسئلہ جہاد کی پوری وضاحت کرے تاکہ اسلام کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا تدارک ہو سکے، اس پر سید مودودی نے "الجمہاد فی الاسلام" کے نام سے ایک کتاب لکھی اس وقت ان کی عمر صرف 24 برس تھی⁴۔"

الجمعیت کی ادارت اور اخبار نویسی چھوڑ کر سید مودودی حیدرآباد دکن چلے گئے جہاں انہوں نے مختلف کتابیں لکھیں اور 1932 میں حیدرآباد سے "ترجمان القرآن" جاری کیا۔ 1935ء میں آپ نے "پردہ" کے نام سے اسلامی پردے کی حمایت میں ایک کتاب تحریر کی جس کا مقصد یورپ سے مرعوب ہو کر اسلامی پردے پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دینا تھا اس کے علاوہ "تقیحات" اور "تقسیمات" کے مضامین لکھے جن کے ذریعے انہوں نے تعلیم یافتہ مسلمانوں میں فرنگی تہذیب کی مرعوبیت ختم کی۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال سید مودودی کی تحریرات سے بے حد متاثر تھے بقول میاں محمد شفیع:

"علامہ موصوف "ترجمان القرآن" کے ان مضامین کو پڑھوا کر سنتے تھے۔ ان (مضامین) سے متاثر ہو کر ہی علامہ اقبال نے مولانا مودودی کو حیدرآباد کن چھوڑ کر پنجاب آنے کی دعوت دی اور اسی دعوت پر مولانا 1938ء میں پنجاب آئے۔"⁵

کتب سازی

مولانا مودودی نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں: تفہیم القرآن (6 جلدیں) تقسیمات (5 جلدیں) رسائل و مسائل (5 جلدیں) سیرت سرور عالم ﷺ (2 جلدیں) پردہ، الجہاد فی الاسلام، تنقیحات، مسئلہ قومیت، خطبات، دینیات، شہادت حق، سلامتی کا راستہ، بناؤ اور بگاڑ، اسلام اور جاہلیت، اسلام کا اخلاقی نقطہ نظر، تحریک اسلامی: کامیابی کی شرائط، اسلام کا نظام حیات، اسلام کا سرچشمہ قوت، سنت کی آئینی حیثیت، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، خلافت و ملوکیت، حقوق الزوجین، سود، معاشیات اسلام، اسلام اور ضبط ولادت، شرکت و مضاربت کے چند شرعی اصول، مسئلہ ملکیت زمین، ہندوستان کا صنعتی زوال اور اس کے اسباب، اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، تجدید و احیائے دین، تعلیمات، سانہ مسجد اقصیٰ، اسلام کا نظریہ سیاسی، اسلامی سیاست، خطبات یورپ، خطبات حرم شامل ہیں۔⁶

1979ء میں سید مودودی کے گردے اور قلب میں تکلیف ہوئی جس کے علاج کے لیے آپ ریاست ہائے متحدہ امریکہ گئے۔ جہاں ان کے صاحبزادے بطور معالج برسر روزگار تھے آپ کے چند آپریشن بھی ہوئے مگر 25 ستمبر 1979ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔⁷

مولانا مودودی اور تصور علم

مولانا مودودی کے نزدیک دنیا میں جتنے بھی علوم و فنون ہیں وہ سب درحقیقت دو حصوں پر مشتمل ہیں ایک حصہ تو خالص ان معلومات پر مشتمل ہے جو انسان کو دنیا اور خود اس کی اپنی زندگی کے متعلق مختلف زمانوں میں حاصل ہوتی ہیں اور دوسرا حصہ اس چیز کا ہوتا ہے کہ حاصل شدہ معلومات کو ہر گروہ اور ہر قوم اپنے ذہن اور طرز فکر اور اپنے نقطہ نظر کے مطابق مرتب کرتی ہے۔ سید مودودی رقمطراز ہیں: "درحقیقت علم سے مراد فلسفہ و سائنس اور تاریخ و ریاضی وغیرہ درسی علوم نہیں ہیں بلکہ صفات الہی کا علم ہے قطع نظر اس سے کہ آدمی خواندہ ہو کہ ناخواندہ۔ جو شخص خدا سے بے خوف ہے وہ علامہ دہر بھی ہو تو اس علم کے لحاظ سے جاہل محض ہے۔"⁸

ماخذ علم

مولانا مودودی کے نزدیک حواسِ خمسہ سے حاصل ہونے والا ظنی علم ہے، مستند اور حقیقی ذریعہ علم وحی الہی ہے جس کے ذریعے خالق کائنات اپنے بندوں کو دونوں جہانوں کی زندگی کا علم دیتا ہے۔ اس علم کو حاصل کرنے کے بعد انسان سیدھے راستے پر چل سکتا ہے۔ علم وحی کے بغیر انسان بگاڑ اور فساد کا شکار ہو جاتا ہے، اصلاح اور فساد میں امتیاز کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ سید مودودی فرماتے ہیں:

"علم کی بنیاد قرآن ہے اس کتاب پاک میں وہ تمام اصول اور قوانین بیان کر دیئے گئے ہیں جن پر اسلام کا مدار ہے۔ علم کا سرچشمہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہے۔ آپ نے ایک نبی کی حیثیت سے 23 سال تک جو کچھ کیا اور جو کچھ کہا ہے وہ سب قرآن کی تفسیر ہے علم کا تیسرا سرچشمہ صحابہ کرام کی زندگی ہے انہوں نے قرآن کو خود حاصل قرآن سے سمجھا۔"⁹

پاکستان میں اسلامی و جدید نظام تعلیم اور مولانا مودودی کا نقطہ نظر

پاکستان معرض وجود میں آنے کے فوراً بعد جو نظام تعلیم ہم کو وراثت میں ملا وہ مسلمانوں کا وضع کردہ نہیں تھا بلکہ یہ فرنگی دور میں نافذ کردہ نظام تعلیم تھا جو ان کے اپنے مقاصد و اہداف کو حاصل کرنے کے لئے لاگو کیا گیا تھا۔ قیام پاکستان کے وقت صورت حال یہ تھی کہ سرکاری سرپرستی میں چلنے والے اور بعض نجی تعلیمی ادارے جدید طرز کی تعلیم دیتے تھے جن کی ہیبت لادینی تھی۔ ساتھ ساتھ قدیم طرز کے دینی مدارس بھی موجود تھے۔ نجی تعلیمی اداروں میں عیسائی مشنریوں کے زیر اہتمام چلنے والے اداروں کی تعداد میں، جو اپنی روح کے اعتبار سے کاروباری تھے ان میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ پروفیسر ظفر حسین خان لکھتے ہیں: "پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد یہاں دو طرح کے ادارے تھے۔

1. انگریزوں کا نوآبادیاتی نظام تعلیم

2. مسلمانوں کا مذہبی نظام تعلیم¹⁰

اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک میں دین و اخلاق سے عاری دنیوی تعلیم دی جا رہی ہے۔ پاکستان بننے کے بعد اس میں تھوڑی بہت پیوند کاری کر دی گئی ہے۔ تمام سرکاری اور غیر سرکاری محکموں اور اداروں میں اسی نظام تعلیم کے فارغ التحصیل طلبہ ملازم رکھے جاتے ہیں دوسرے میں مذہبی تعلیم دی جاتی ہے اس نظام تعلیم کے فارغ التحصیل طلبہ مسجدوں میں امام، نکاح خواں اور مؤذن وغیرہ ہو جاتے ہیں ان کی تعلیم کو سرکاری طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ جس کی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی مذہبی اور دنیوی دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے گویا اسلام میں بھی کلیسا بن گیا ہے جب کہ اسلام میں ہر شخص مساوی حیثیت کا حامل ہے"¹¹

طبعاتی نظام تعلیم کی وجہ سے مجموعی طور پر ملک و قوم میں انتشار کی فضا پیدا ہو گئی۔ چاہیے تو یہ تھا پاکستان بننے کے بعد یکساں نظام تعلیم رائج کیا جاتا اور افراد کی دنیوی ضرورتوں کے ساتھ ان کی قومی اور نظریاتی تربیت ہوتی اور ہم دنیا کے سامنے ایک مضبوط قوم بن کر ابھرتے لیکن حکومت نے تعلیم پر کم توجہ دی اور عوام کا مادی ضرورتوں میں الجھ کر رہ جانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت دو متوازی نظام تعلیم اسلامی اور جدید چل رہے ہیں جن کی کئی مزید شاخیں ہیں۔ مذہبی نظام تعلیم میں دیوبند، بریلوی، الحمدیث اور شیعہ مکاتب فکر شامل ہیں، جدید نظام میں تو بے شمار ذیلی نظام ہیں جن کی کئی طرح سے درجہ بندی ہو سکتی ہے مثلاً امراء اور غرباء کے حوالے سے، انگریزی اور اردو میڈیم، عیسائی مشنری ادارے اور کاروباری ادارے وغیرہ۔

مولانا مودودی کے تعلیمی نظریات

مولانا مودودی کی شخصیت ایک متکلم اسلام کی حیثیت سے متعارف ہوئی، مغرب کے فکری و سیاسی غلبہ و تسلط کے نتیجے میں مسلمانوں اور بالخصوص ان کی نوجوان نسل کا ایمان اسلامی عقائد و اقدار سے متزلزل ہو رہا تھا، انہوں نے اپنی طاقت و راہ موثر تحریروں کے ذریعے کمیونزم، سرمایہ داری اور دیگر غیر اسلامی نظریات پر زبردست حملے کیے اور اسلامی اقدار و تعلیمات کی حقانیت اور معقولیت ثابت کی، انہوں نے جماعت اسلامی کی تشکیل کی جس نے دین کی اقامت کو اپنا نصب العین بنایا اور جو سماج میں اس کے لیے برابر کوشاں ہے۔

سید مودودی نے اسلام کا ایک جامع اور ہمہ گیر تصور پیش کیا، جس کے تحت نظامِ تعلیم بھی آجاتا ہے۔ انہوں نے جدید اور قدیم (مدارس) دونوں طرح کے تعلیمی اداروں میں جا کر ان کے ذمہ داران کے سامنے اپنا تصورِ تعلیم پیش کیا۔ 1936ء میں مولانا مودودی نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایک مقالہ پیش کیا جس میں جدید نظامِ تعلیم کے نقصانات بیان کیے جس میں انہوں نے کہا :

"جہاں تک جدید علوم و فنون کا تعلق ہے، حکومت کی قائم کی ہوئی یونیورسٹیوں میں بہتر سے بہتر انتظام موجود ہے، کم از کم اتنا ہی جتنا خود علی گڑھ میں ہے۔ محض اس غرض کے لیے مسلمانوں کو اپنی الگ یونیورسٹی قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، ایک مستقل قومی یونیورسٹی قائم کرنے کا تخیل جس بنا پر مسلمانوں میں پیدا ہوا اور جس بنا پر اس تخیل کو مقبولیت حاصل ہوئی وہ صرف یہ ہے کہ مسلمان جدید علوم سے استفادہ کرنے کے ساتھ مسلمان بھی رہنا چاہتے ہیں۔ یہ غرض سرکاری کالجوں اور یونیورسٹیوں سے پوری نہیں ہوتی۔ اس کے لیے مسلمانوں کو اپنی ایک اسلامی یونیورسٹی کی ضرورت ہے" ¹²۔

مولانا مودودی نے یونیورسٹی کے ماحول اور جس مقصد کے لیے اسے بنایا گیا تھا نہ حاصل ہونے پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر ان (مسلمانوں) کی اپنی یونیورسٹی بھی یہ غرض پوری نہ کرے اگر وہاں بھی ویسے ہی گریجویٹ نکلیں جیسے سرکاری یونیورسٹی سے نکلتے ہیں، اگر وہاں بھی دیسی صاحب لوگ یا ہندی پرست لوگ یا اشتراکی ملاحدہ ہی پیدا ہوں تو لاکھوں روپے کے صرف سے ایک یونیورسٹی قائم کرنے اور چلانے کی کون سی خاص ضرورت ہے" ¹³؟

مولانا نے جدید نظامِ تعلیم پر بھی تنقید کرتے ہوئے مسلم یونیورسٹی کو اس سے الگ ہونے کی تجویز دی جہاں مسلمانوں کی اپنی تہذیب زندہ اور باقی رہے۔ ان کی نظر میں علی گڑھ اپنے مقاصد جن کے حصول کے لیے بنائی گئی تھی ناکام ہو گئی ہے ان کو اپنی منزل بھول گئی ہے ایک سرکاری اور اسلامی یونیورسٹی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا، طلباء میں اسلامی طرز فکر، اسلامک کریکٹر اور اسلامی ذہنیت مفقود ہے، ایک اسلامی یونیورسٹی سے جس طرح کی توقعات وابستہ تھیں وہ نتائج نہیں دے رہی جو دراصل مطلوب و مقصود تھے۔ اسی طرح 1941ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی انجمن اتحاد الطلبة میں ایک مقالہ پڑھا جس میں قدیم (اسلامی نظام) کے نقائص اور اصلاح نصاب کی کوششوں پر ان الفاظ میں تنقید کی جس میں انہوں نے واضح کیا :

"لوگ اس گماں میں ہیں کہ پرانی تعلیم میں خرابی صرف اتنی ہے کہ نصاب بہت پرانا ہو گیا ہے اور اس میں بعض علوم کا عنصر بعض علوم سے کم یا زیادہ ہے اور جدید زمانے علوم اس میں شامل نہیں ہیں اس لیے اصلاح کی ساری بحث اس حد تک محدود ہو کر

رہ جاتی ہے کہ کچھ کتابوں کو نصاب سے نکال کر کچھ دوسری کتابوں کو شامل کر دیا جائے۔۔۔۔۔ اور بہت زیادہ روشن خیالی پر جو لوگ اتر آتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ صاحب ہر مولوی کو میٹرک تک انگریزی پڑھا لو، تاکہ کم از کم پڑھنے اور لکھنے کے قابل تو ہو جائے۔¹⁴۔

مولانا مودودی نے قدیم نظام تعلیم (اسلامی نظام) میں موجود نقائص کی نشاندہی کرتے ہوئے ان لوگوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جن کی سوچ میں نصاب کی اصلاح صرف کچھ علوم کے دخول یا اخراج سے وابستہ ہے۔ مولانا مودودی اگرچہ تعلیمی اداروں سے وابستہ نہیں رہے، لیکن مروجہ تعلیمی نصاب میں اصلاح اور اسلامی نظام تعلیم کی تشکیل کے سلسلے میں واضح تصورات رکھتے تھے۔ تقسیم ملک سے قبل جماعت اسلامی کی تشکیل کے بعد انہوں نے اس کی تعلیمی کمیٹی کی تشکیل کی تھی تاکہ وہ ان کے پیش کردہ نظریہ تعلیم کے مطابق تعلیمی اداروں کے قیام کی منصوبہ بندی کر سکے۔

تعلیم کے موضوع پر مولانا کی بھی مستقل کتاب نہیں، انہوں نے مختلف تعلیمی اداروں جو مقالات پیش کیے ان کا مجموعہ "تعلیمات" کے نام سے شائع کر دیا گیا۔ یہ کتاب مولانا کے چار مقالات کا مجموعہ ہے دو مقالات (ہمارے نظام تعلیم کا بنیادی نقص اور مسلمانوں کے لیے جدید تعلیمی پالیسی اور لائحہ عمل) انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی میں پیش کیے تھے۔ مقالہ "نیا نظام تعلیم" دارالعلوم ندوۃ العلوم میں پڑھا تھا اور خطبہ تقسیم اسناد کے عنوان سے مقالہ اسلامیہ کالج کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر پڑھا۔ تعلیم کے موضوع پر مولانا کی ایک اہم تحریر "اسلامی نظام تعلیم" کے عنوان سے الگ شائع ہوئی اسے مولانا نے پاکستان کے قومی تعلیمی کمیشن کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اس کے علاوہ مولانا کی تحریروں، تقریروں، انٹرویوز، عصری مجالس کی رودادوں استفسارات کے جوابات وغیرہ شائع ہوئے ہیں ان میں مولانا مودودی کے تعلیمی افکار و تصورات اور نظریات کا عکس نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

مولانا مودودی کی نظر میں ہمارا اسلامی نظام تعلیم (بنیادی نقائص)

مولانا مودودی نے ہمارے اسلامی نظام تعلیم میں بہت سے نقائص کی نشاندہی کی ہے۔

1. دینی مواد کی کمی:

ہمارے مدارس عربیہ کے نصاب میں دینی عنصر کا فقدان ہے سیرت رسول عربی اور تاریخ اسلام کے بارے میں کوئی قابل ذکر مواد موجود نہیں، اس میں صرف قدیم فلسفہ اور منطق پر زور دیا گیا ہے جبکہ قرآن و حدیث اور دین کی اساسی تعلیمات پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی۔ مولانا مودودی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آج ہم غنیمت سمجھ کر اس (مدارس عربیہ کے نظام تعلیم) کو اپنی دینی تعلیم سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں اس کے اندر دینی تعلیم کا عنصر بہت کم ہے۔ اس میں جس قدر زور اس دور کے فلسفہ، منطق، ادب اور صرف و نحو وغیرہ کے علوم پر دیا جاتا ہے، قرآن و حدیث اور دین کی اساسی تعلیمات پر نہیں دیا جاتا، آج بھی کوئی عربی مدرسہ ایسا نہیں ہے جس کے نصاب تعلیم میں پورا قرآن

مجید داخل ہو¹⁵۔"

اسلامی نظام سے متعلق ایک سوال کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

"اسلامی نظام تعلیم سے مراد ایسا نظام تعلیم ہے جس میں تعلیمی نصاب کے جملہ اجزاء کو اسلامی اصول نظریات کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہو معلمین و متعلمین دونوں کی دینی و اخلاقی تربیت کا خاص خیال رکھا گیا ہو اور عربی زبان اور کتاب و سنت کی ضروری و اساسی تعلیمات کو نظام تعلیم کا جز لازم قرار دیا گیا ہو" 16۔

ہمارے مذہبی نصاب تعلیم میں جس قدر زور غیر اہم امور پر دیا گیا ہے اتنا اگر دینی اساسی تعلیمات پر دیا جاتا تو اس وقت ہمارے مدارس سے قرآن و حدیث کے جید علماء اور مجتہدین پیدا ہوتے، اب درس گاہوں میں نہ وہ حیات روحانی ہے جو طالب علموں میں سوز و زور پیدا کرے، نہ وہ وحدت اجتماعی ہے اس کی وفاداری کو استواری بخش سکے۔

جو حال قرآن مجید اور تفسیر کے ساتھ ہے یہی صورت حال حدیث رسول ﷺ کے ساتھ ہے اس کی بھی باقاعدہ تعلیم نہیں دی جاتی جو کہ طالب علموں میں محدثانہ صلاحیتیں پیدا کرے۔ فقہی اور اعتقادی احادیث پر زیادہ بحث کی جاتی ہے جبکہ وہ احادیث جن کا تعلق جدید معاشیات اور سیاسیات کے ساتھ ہوتا ہے یکسر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ مولانا مودودی رقمطراز ہیں:

"درس احادیث کا جو طریقہ ہمارے ہاں رائج ہے وہ یہ کہ جب فقہی اور اعتقادی جھگڑوں سے متعلق کوئی حدیث آجاتی ہے تو اس پر دو دو تین تین دن صرف کر دیے جاتے ہیں۔ باقی رہیں وہ احادیث جو دین کی حقیقت سمجھاتی ہیں یا جن میں اسلام کا معاشی، سیاسی، تمدنی اور اخلاقی نظام بیان کیا گیا ہے ان پر سے استاد اور شاگرد اس طرح رواں دواں گزر جاتے ہیں کہ گویا ان میں کوئی بات قابل توجہ ہی نہیں" 17۔

2. نصاب تعلیم میں اہلیت امامت کا فقدان

اللہ رب العزت نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں جن کو اگر شمار کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ انسانی وجود جو اللہ

تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ¹⁸

"اور تمہارے نفسوں کے اندر (قدرت کی نشانیاں ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں؟"

لیکن ان تمام انسانی اعضاء میں سب سے اہم اور قیمتی تین اعضاء ہیں، سمع، بصر اور فواد جن کا تذکرہ کتاب الہی میں پروردگار نے بار بار کیا ہے۔

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولٌ¹⁹

"بے شک سمع بصر اور فواد ہر ایک کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر بھیجا ہے انسان کو اس کے علم کی بدولت زمین کی خلافت ملی، اسے سمع بصر اور فواد تینوں چیزیں عطا کیں گئی جو دوسری مخلوقات کو نہیں عطا کی گئیں یا اس کی بہ نسبت کم دی گئیں اور اسی وجہ سے وہ

خلافت کا حقدار ٹھہرا۔ اگر فلسفہ علم پر غور کیا جائے تو وہ ہمیں سمع بصر اور فواد میں ہی پنہاں نظر آتا ہے اور قرآن مجید میں بھی ان مطلق بلکہ حقیقی مطالب بیان کیے گئے ہیں۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"کلام الہی میں تینوں لفظ مجرد سننے، دیکھنے اور سوچنے کے معنی میں استعمال نہیں ہوئے بلکہ سمع سے مراد دوسروں کی فراہم کردہ معلومات حاصل کرنا ہے، بصر سے مراد خود مشاہدہ کر کے واقفیت بہم پہنچانا ہے اور فواد سے مراد ان دونوں ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کو مرتب کر کے نتائج اخذ کرنا ہے یہی تینوں چیزیں مل کر علم بنتا ہے جس کی قابلیت انسان کو دی گئی ہے"۔²⁰

قدرت کی نعمتوں میں سے یہ وہ تین اعضاء ریسہ ہیں جن کا تعلق علم سے اور پھر علم کا تعلق منصب امامت سے ہے جب مسلمانوں نے ان اعضاء سے کام لینا چھوڑ دیا یعنی وہ سابقہ علم پر ہی انحصار کر کے بیٹھ گئے جو علم حاصل ہوا تھا اس پر اکتفا کیا اور اس میں مزید اضافہ کی ضرورت محسوس نہیں سمجھی، جو نتائج اخذ کیے جا چکے تھے ان میں اصلاح و ترقی کی ضرورت محسوس نہیں کی، حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ ماضی و حال کی معلومات کا زیادہ سے زیادہ حصہ جمع کرتا، خود مشاہدے سے مزید معلومات اکٹھی کرنے میں لگا رہتا اور پھر ان دونوں کو ملا کر نتائج اخذ کرتا اور پھر ان نتائج سے کام لیتا۔ مولانا مودودی فرماتے ہیں:

"اس دور عروج کے بعد (سابقہ) کے بعد جب اس گروہ (موجودہ) کے زوال کا وقت آتا ہے تو وہ تھک کر اور اپنے کیے ہوئے کام کو کافی سمجھ کر مشاہدے سے مزید معلومات حاصل کرنے اور فواد سے مزید اخذ نتائج کی کوشش چھوڑ دیتا ہے اور اس کا تمام علمی سرمایہ صرف سمع سے حاصل شدہ معلومات تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے اب اس کے لیے علم کے معنی صرف جاننے کے ہوتے ہیں"۔²¹

آج اہل مغرب نے جب اپنے علم سے فائدہ اٹھایا اپنے سمع بصر اور فواد کا بھرپور استعمال کیا تو امامت کے منصب پر جا بیٹھا اس کے مقابلہ میں ہمارے ہاں جو علم کی حالت تھی اس میں بصر اور فواد سے کوئی کام نہیں لیا گیا صرف اور صرف سمع سے کام لیا گیا اور وہ بھی ماقبل کی حاصل شدہ معلومات تک محدود تھا مغرب بصر اور فواد سے کام لیتے ہوئے آگے بڑھا نتیجتاً وہ امام اور باقی مقتدی بن گئے۔ مدارس اسلامیہ جو کہ اصل تحقیق اور ریسرچ کے مراکز تھے جہاں پر سمع بصر اور فواد کا استعمال کر کے نتائج اخذ کرنے اور پھر ان نتائج کی روشنی میں امت کی بھاگ دوڑ اپنے ہاتھوں میں لین تھی۔ لیکن افسوس: آج وہاں جمود طاری ہے تحقیق کا کام رک گیا، علماء صرف شروحات پڑھانے تک محدود ہو گئے اور صرف سمع پر انحصار کر لیا گیا۔ مولانا مودودی رقمطراز ہیں:

"جب تک آپ ناخدا شناس لوگوں (اہل مغرب) سے دنیا کی امامت اور منصب چھین کر خود اس پر قبضہ نہ کریں اور اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہے کہ آپ مجرد سماعی علم پر قناعت کا خیال چھوڑ دیں اور پھر فواد سے نہ صرف کام لیں بلکہ اس دنیا کے تمام گروہوں پر فوقیت لے جائیں"۔²²

اس میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ ہم اہل مغرب سے دنیا کی امامت صرف اسی وقت چھین سکتے ہیں کہ جب ہم علمی میدان میں ان سے آگے ہوں سمع و بصر اور فواد سے کام لے کر تحقیق اور ریسرچ کا کام شروع کریں۔

3. نصابِ تعلیم میں اسلامی مواد کا فقدان

انگریزوں نے جو جدید نظامِ تعلیم رائج کیا اس میں اسلام کے متعلق کوئی چیز نہیں تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ خود یورپ میں ان علوم کا ارتقا ظلمدانہ اور ناخدا شناس لوگوں کے زیر سایہ ہوا تھا۔ انگریزوں نے اپنے انہی علوم کو لا کر انہیں کتابوں کے ساتھ اس ملک میں رائج کیا اور آج تک انہیں علوم کو اسی طرز پر یہاں پڑھایا جا رہا ہے۔ اس نظام سے پڑھے لوگ خود بخود دینی اخلاق اور دینی فکر سے روز بروز بعید ہوتے چلے جاتے ہیں اس پورے نظام میں خدا پرستی کہیں نظر نہیں آتی بلکہ ہر جگہ دنیا پرستی نظر آتی ہے۔ چنانچہ مولانا مودودی اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جو شخص اپنی تعلیم کے نقطہ آغاز سے لے کر اپنی انتہائی تعلیم تک دنیا کے متعلق جتنی معلومات بھی حاصل کرے اگر وہ خدا پرستی کے نقطہ نظر سے خالی ہوں تو اس کے ذہن میں آخر خدا کا اعتقاد کیسے جڑ پکڑ سکتا ہے، اس کی درسی کتب میں کہیں خدا کا ذکر ہی نہ ہو، وہ تاریخ پڑھے تو پوری انسانی زندگی اپنی قسمت آپ ہی بناتی اور بگاڑتی نظر آئے، وہ فلسفہ پڑھے تو اس میں کائنات کی گتھی خالق کائنات کے بغیر ہی سلجھانے کی کوشش ہو رہی ہو، وہ سائنس پڑھے تو اس میں سارا خانہ ہستی کسی صالح حکیم اور ناظم و مدبر کے بغیر چلتا ہوا دیکھا جائے" ²³۔

اس نظامِ تعلیم کی فطرت ہی یہی تھی کہ وہ ہماری نوجوان نسلوں کے دین، ثقافت اور قومی خودی پر ڈاکہ ڈالے اور انہیں مغربی سامراجیوں کا مطیع بنائے۔ جدید نظامِ تعلیم نے بچوں کی کردار سازی جیسے نہایت اہم اور بنیادی کام کو پس پشت ڈال دیا ہے، ہمارے نوجوانوں نے مغربی قوموں کے عیوب اختیار کر لیے لیکن ان کی خوبیوں سے یکسر محروم نظر آتے ہیں۔ مولانا مودودی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس (نظام) کے زیر سایہ اثر پرورش پاکر جو نسلیں اٹھ رہی ہیں وہ مغربی قوموں کے عیوب سے تو ماشاء اللہ پوری طرح آراستہ ہیں مگر ان کی خوبیوں کی چھینٹ تک ان پر نہیں پڑی" ²⁴۔

4. تعمیر سیرت کا فقدان

جدید نظامِ تعلیم میں تعلیم برائے تعلیم پر زور دیا گیا ہے اس میں نہ بچوں کی اخلاقی اور سماجی نشوونما کو اہمیت دی گئی ہے نہ ان کی شخصیت سنوارنے اور ان کی تخلیقی قوتوں کے اظہار کے لیے مواقع فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے محض انہیں لکیر کا فقیر بنا دیا گیا ہے مستقبل کا معمار نہیں، ایک صحت مند اخلاقی اور حیات بخش فضا میں طالب علم کا کردار ڈھالنے پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ تعلیم اور تربیت کے بین یہی وہ تفریق ہے جس نے ہماری درس گاہوں کو بگاڑا کاسرچشمہ بنا رکھا ہے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوانوں کے اندر اسلامی رویہ پیدا ہو، اسلامی طرز فکر اور اسلامی ذہنیت پیدا ہو خواہ وہ سائنسدان ہو یا علوم عمران کا ماہر ہو، خواہ وہ ہماری سول سروس کے لیے تیار ہو رہا ہو جو بھی ہو اس کے اندر اسلامی ذہنیت اور اسلامی رویہ رہنا چاہیے" ²⁵۔

5. دینی و دنیاوی علوم میں تفریق کا تصور

اسلام ایک مکمل دستور العمل ہے اس میں دین و دنیا کی تفریق کا تصور غیر معقول ہے۔ بد قسمتی سے اس وقت ملک خداداد میں دو نظام ہائے تعلیم بیک وقت رائج ہیں دونوں کا وجود متوازی ہے جو تعلیم یافتہ افراد کو دو قطعی متضاد خطوط پر تیار کر رہے ہیں، ایک طرف اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کا نظام تعلیم اور دوسری طرف مدرسوں، خانقاہوں اور دارالعلوم کا نظام تعلیم ہے۔ کسی ملک کے لیے اس سے زیادہ مہلک اور تنزیلی کی کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی کہ اس میں بیک وقت دو متضاد نظام تعلیم پائے جاتے ہوں۔ چنانچہ مولانا مودودی فرماتے ہیں:

"ہمیں اپنے نظام تعلیم میں بطور اصول جو چیز پیش نظر رکھنی چاہیے اور اسکی بنیاد پر ہمارا نظام تعلیم بننا چاہیے وہ یہ ہے کہ ہم دین اور دنیا کی اس تفریق کو ختم کر دیں، دین اور دنیا کی تفریق کا یہ تخیل ایک عیسائی تخیل ہے یا بدھ مذہب یا ہندوؤں اور جوگیوں کا ہے اسلام کا تخیل اس کے بالکل برعکس ہے" 26۔

مولانا مزید اس وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہمارے لیے اس بڑی کوئی غلطی نہیں ہو سکتی کہ ہم اپنے نظام تعلیم میں اپنے نظام تمدن میں اور اپنے نظام مملکت میں دین اور دنیا کی تفریق کے تخیل کو قبول کر لیں، ہم اس کے بالکل قائل نہیں ہیں کہ ہماری ایک تعلیم دنیوی ہو اور ایک تعلیم دینی" 27۔

مولانا کے نزدیک علوم کو دینی اور دنیاوی الگ قسموں میں تقسیم کرنا حقیقت میں دین اور دنیا کی علیحدگی کے تصور پر مبنی ہے اور یہ تصور بنیادی طور پر غیر اسلامی اور غلط ہے دراصل اسلام جس چیز کو دین کہتا ہے وہ دنیا سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔

متبادل نظام تعلیم کی ضرورت

متبادل نظام تعلیم کی اہمیت و ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس وقت ہمارے ملک میں جتنے نظام ہائے تعلیم رائج ہیں، ان میں سے کوئی بھی اس مقصد کے لیے آدمی تیار نہیں کرتا جو ہمارے پیش نظر ہے۔۔۔ ہمیں صرف یہی نہیں کرنا ہے کہ نوخیز نسلوں کی علمی اور ذہنی تربیت کا انتظام اپنے نصب العین کے مطابق کریں بلکہ اس کے ساتھ ان کی اخلاقی اور عملی تربیت کا بندوبست بھی کرنا ہے" 28۔

مزید سید مودودی فرماتے ہیں:

"اگر آپ چاہتے ہیں کہ اسلامی کلچر پھر سے جوان ہو جائے اور زمانے کے پیچھے چلنے کے بجائے اگتے چلنے لگ جائے تو اس ٹوٹے ہوئے ربط کو پھر سے قائم کیجئے۔ مگر اس کو قائم کرنے کی صورت میں یہ نہیں ہے کہ دنیات کے نصاب کو جسم کی تعلیم کی گردن کا قلابہ یا کرپشمارہ بنا دیا جائے۔ نہیں اس کو پورے نظام تعلیم و تربیت میں اتار دیجئے کہ وہ اس کا دوران خون، اس کی روح رواں، اس کی بینائی و سماعت، اس کا احساس و ادراک، اس کا شعور و فکر بن جائے" 29۔

مولانا مودودی خدما صفا و دواعی ماکدر کے اصول کے تحت فرماتے ہیں:

"اور مغربی علوم و فنون کے تمام صالح اجزاء کو اپنے اندر جذب کر کے اپنی تہذیب کا جز بنانا چلا جائے اس طرح آپ مسلمان سائنس دان، مسلمان فلسفی، مسلمان ماہرین معاشیات، مسلمان محققین، مسلمان مدبرین غرض تمام علوم و فنون کے مسلمان ماہر

پیدا کر سکیں گئے۔ جو زندگی کے مسائل کو اسلامی نقطہ نظر سے حل کریں گے تہذیب حاضر کے ترقی یافتہ اسباب و وسائل سے تہذیب اسلامی کی خدمت لیں گے۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ اسلام از سر نو علم و عمل کے ہر میدان میں اسی امامت و رہنمائی کے مقام پر آجائے گا۔ جس کے لیے درحقیقت پیدا کیا گیا ہے³⁰۔"

مولانا مودودی نے ایک بہترین اسلامی نظام تعلیم کے خدوخال بیان فرمائے۔ اس سلسلہ میں نظام تعلیم کے مقصد کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا:

"ہر نظام تعلیم کسی نہ کسی تہذیب کی آبروی کے لیے جوڈ میں آتا ہے۔ ایسا نظام تعلیم جو بے مقصد اور بے رنگ ہو وہ دنیا میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ اس لیے مسلمانوں کا نظام تعلیم صرف وہ ہو سکتا ہے جو اسلامی تہذیب اور اسلامی اقدار حیات کو پروان چڑھائے، ان کو فروغ دے۔ جس نظام تعلیم میں یہ بنیادی خوبی موجود نہیں ہے وہ مسلمانوں کا نظام تعلیم نہیں ہو سکتا³¹۔"

بہترین اسلامی نظام کی خصوصیات میں وہ تمام مضامین کو خواہ سائنس ہو یا آرٹ سب کو اسلامی تصور حیات و اقدار کی روشنی میں از سر نو مرتب کرنے کے قائل ہیں:

"ایک مدت سے علم دین کا رابطہ دینیو علم و عمل سے کٹ چکا ہے۔ اس ٹوٹے ہوئے رابطے کو دوبارہ قائم کیجئے۔ دینیات کو علیحدہ سے لگانے کے بجائے اس کو پورے نصاب تعلیم میں اتار دیجئے۔ اس کی روح رواں، اس کی بیانی اور شنوائی، اس کا شعور و ادراک اس کو بنا دیجئے۔ یعنی وہ مغربی تہذیب کے تمام صالح عناصر کو اپنے اندر جذب کر لے اور ہضم کر لے۔ تہذیب حاضر کے ترقی یافتہ اسباب و وسائل سے اسلامی تہذیب کی خدمت لے۔ دوسری طرف دینی علوم کی بھی تدوین نو کر لے۔ یہاں تک کہ اسلام علم و عمل کے میدان میں پھر امامت و رہنمائی کے منصب پر فائز ہو جائے جس کے لیے اسلام کو پیدا کیا گیا ہے³²۔"

نصاب تعلیم

1. پرائمری نصاب

کسی بھی نظام تعلیم میں پرائمری و ثانوی سطح کی تعلیم مضبوط تعلیمی بنیاد فراہم کرتی ہے پرائمری و ثانوی تعلیم اگر بہتر اور مضبوط ہوگی تو اگلا تعلیمی اسٹرکچر بھی بہتر اور مضبوط تر ہوتا جائیگا وگرنہ ناکامی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے گذشتہ دہائیوں میں پرائمری و ثانوی سطح پر کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی ایسے بنیادی اور پرائمری و ثانوی سکولوں کی بنیاد نہیں رکھی گئی جس میں وحدت نظام تعلیم اور یکجا نصاب ہوتا جس سے تعلیمی میدان میں انقلاب برپا ہو جاتا۔ بلاشبہ پرائمری کی تعلیم زسری کام دیتی ہے یہ مضبوط ہوگئی تو ثانوی اور اعلیٰ تعلیم بھی بہتر ہوگی اس سے اچھی اور معیاری تعلیم کے دروازے کھلیں گے۔ یہی وہ بنیادی کلیہ ہے جس سے پوری دنیا میں عمل ہو رہا ہے لیکن بد قسمتی سے اس میدان میں ہم نہ صرف پیچھے ہیں بلکہ بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ جیسے پودے زسریوں سے ملتے ہیں پھر کہیں بھی لگا دیا جائے تو تناور درخت بن جاتے ہیں ایسے ہی پرائمری سکول کی تعلیم بھی ان زسریوں کی مانند ہیں۔ مولانا مودودی پرائمری تعلیم کو تعلیمی عمارت کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اس سطح پر بچوں کو مروجہ نصاب پڑھانے کے علاوہ، جدید رائج الوقت کے ساتھ

ساتھ پرائمری اور ابتدائی تعلیم کے بارے میں جتنی بھی تحقیقات اور تجربات ہو رہے ہیں یا مستقبل میں ہوں گے ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔ اس حوالے سے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"اس (پرائمری) تعلیم میں وہ سب مضامین پڑھائیے جو آج آپ کے پرائمری اسکولوں میں پڑھائے جاتے ہیں اور دنیا میں ابتدائی تعلیم کے متعلق جتنے تجربات کیے گئے ہیں اور آئندہ کیے جائیں ان سب سے فائدہ اٹھائیے" ³³۔

مولانا کے نزدیک مروجہ تمام مضامین پڑھانے کے ساتھ ساتھ ان میں چار چیزیں مضبوط اور پیوست ہونی چاہئیں:

"بچوں کے دل و دماغ اور ذہن میں یہ بات اچھی طرح بٹھادی جائے کہ اس کائنات کا مالک اور بادشاہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یہ دنیا خدا تعالیٰ کی قدرت کا مظہر اور کرشمہ ہے اور دنیا میں انسان اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ ہے۔ کائنات کی ہر چیز بطور امانت انسان کے سپرد کی گئی جس کی اس سے باز پرس ہونی ہے۔ پورے عالم میں خداوند کریم کی آیات و نشانیاں اور تجلیات پھیلی ہوئی ہیں جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ اس دنیا پر کوئی ناکوئی حکومت کر رہا ہے" ³⁴۔

2. اسلامی ذہنیت کی پختگی

مولانا مودودیؒ ابتدائی بچوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان میں مختلف مثالوں کے ذریعے اللہ رب العزت کی حقانیت کو پیوست کر دینا چاہیے:

"ہم چاہتے ہیں کہ ابتدائی تعلیم کے لیے جس وقت بچہ داخل ہو اس وقت سے پرائمری اسکول کے آخری مرحلہ تک اس دنیا سے اسے آشنا اور روشناس ہی اس طرز پر کیا جاتا ہے کہ ہر سبق کے اندر یہ تصورات شامل ہوں۔ حتیٰ کہ الف سے آنا یا ایٹم، ہم نہ سیکھے بلکہ اللہ سیکھے۔ یہ وہ چیز ہے جو بچوں میں اول دن سے اسلامی ذہنیت پیدا کرنا شروع کر دے گی اور انہیں اس طرح تیار کرے گی کہ آخری مراحل تک، جب کہ وہ ڈاکٹر بنیں گے یہی بنیاد اور یہی جڑ کام دیتی رہے گی" ³⁵۔

3. اخلاقیات

مولانا مودودیؒ سمجھتے ہیں کہ نفس مضمون پڑھانے کے ساتھ ساتھ بچوں کو اعلیٰ بنیادی اسلامی اخلاقیات بھی سکھائی جائیں:

"بچوں میں اسلام کے اعلیٰ و ارفع اخلاقیات اور اقدار پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ہر مضمون کو پڑھاتے وقت نیکی اور بدی میں تمیز، اسلامی اقدار کی رغبت اور شوق اور برائی سے نفرت دلائی جائے۔ کیوں کہ آج معاشرتی بگاڑ کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری درگاہوں میں باقی اسباق تو پڑھائے جاتے ہیں لیکن اخلاقیات کی تعلیم نہیں دی جاتی" ³⁶۔

مولانا مودودیؒ اخلاقیات کی تعلیم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے طالب علم کو جو تعلیم دی جائے اس کے رگ و پے میں اخلاقی مضامین پیوست ہوں۔ اس کے اندر رشوت خوری کے خلاف شدید جذبہ نفرت ابھارا جائے۔ اس کے اندر حرام طریقوں سے مال کمانے اور کھانے والوں پر سخت تنقید کی جائے اور اس کے برے نتائج بچوں کو ذہن نشین کیے جائیں" ³⁷۔

اخلاقیات اخلاقی اقدار کا ایسا مجموعہ اور نظام ہے جو ایک خوشگوار زندگی کی خاطر ہمارے رویے کو تشکیل کرتا ہے اس کے توسط سے ہم ایمانداری کی زندگی بسر کرتے ہیں مضبوط اخلاقی اقدار سے ہی ہم معاشرے میں دوستانہ راہ ہموار کر سکتے ہیں۔

4. اسلامی عقائد

مولانا کے نزدیک بچوں کے دل و دماغ میں اسلامی عقائد و افکار کو پیوست کر دینا چاہیے۔ اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

"بچوں میں تمام عقائد جن میں عقیدہ توحید، رسالت، آخرت اور آسمانی کتابوں پر ایمان، اس کے ساتھ کفر شرک اور دہریت کے باطل ہونے عقیدہ اچھی طرح بٹھا دینا چاہیے۔ اس کے لیے الگ سے عقائد کا نصاب مرتب کرنے کی چنداں ضرورت نہیں بلکہ تمام مضامین روح میں ان کو سمو دیا جائے۔ بچوں میں ایمانیت اور کفریات کو غیر محسوس طریقے سے سمجھایا جائے تاکہ بچے دوسرے اور شک و شبہ سے محفوظ رہیں" 38۔

اس حوالے مزید لکھتے ہیں:

"یہ تلقین ایسے طریقے سے ہونی چاہیے کہ بچہ یہ نہ محسوس کرے کہ کچھ دعوے اور تحکیمات ہیں جو اس سے منوائے جا رہے ہیں، بلکہ اسے یہ محسوس ہو کہ یہی کائنات کی معقول ترین حقیقتیں ہیں، ان کا جاننا اور ماننا انسان کے لیے ضروری ہے، اور انھیں مانے بغیر آدمی کی زندگی درست نہیں ہو سکتی" 39۔

5. اسلامی آداب معاشرت

مولانا مودودی کے نزدیک جس چیز کی تعلیم بچوں کے لئے ضروری ہے وہ اسلامی آداب معاشرت ہے:

"بچوں میں اسلامی معاشرت، رہن سہن، آداب اور طور طریقے سمجھائے جائیں تمام فقہی مسائل بیان کیے جائیں، طہارت پاکیزگی، وضو، غسل اور عبادات کے طریقے سکھائے جائیں۔ اسی طرح حقوق العباد میں والدین، رشتہ داروں، ہمسایوں اور پڑوسیوں کے حقوق پڑھائے جائیں" 40۔

ثانوی تعلیم کا نصاب (مولانا مودودی کا نقطہ نظر)

مولانا مودودی نے جس طرح پرانمیری اور ابتدائی بچوں کے لیے ایک نقشہ اور خاکہ پیش کیا اسی طرح ثانوی اور

سیکینڈری لیول کے لیے بھی باقاعدہ مجوزہ نصاب بیان کیا۔

1. عربی زبان

ثانوی مرحلہ میں سب سے پہلی اور بنیادی جو چیز ہے وہ یہ کہ عربی زبان کو لازمی اور ضروری مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جائے۔ کیوں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا وطن اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا، ہماری تاریخ و ثقافت، تہذیبی روایات اور سب سے بڑھ کر اللہ کا پیغام اور نبی ﷺ کا فرمان کا مرجع اور سرچشمہ عربی زبان ہے اس لیے عربی زبان پر مہارت حاصل کرنی ہوگی تاکہ اسلام کی حقیقی روح تک پہنچ سکیں 41۔

سید مودودی سمجھتے ہیں قرآن و احادیث کے محض تراجم سے نہیں کام نہیں چلے گا بلکہ ہر تعلیم یافتہ شخص کی عربی ادب سے واقفیت ضروری ہے۔ چنانچہ وہ عربی کی افادیت پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہم عربی کو بطور ایک لازمی مضمون شامل کرنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ایک شخص جب ہائی اسکول سے فارغ ہو کر نکلے تو اسے اتنی عربی آتی ہو کہ وہ ایک سادہ عربی عبارت کو صحیح پڑھ اور سمجھ سکے" 42۔

عربی زبان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ قرآن سنت کی زبان ہے اور ایک مسلمان اور پاکستانی کے لیے اس کی تعلیم بنیاد اور اساس کا درجہ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرارداد مقاصد، اسلامی نظریاتی کونسل، سینٹ آف پاکستان، فیڈرل شریعت کورٹ اور قومی اسمبلی جیسے اہم اور مقتدر اداروں نے عربی زبان کی اہمیت اور ضرورت کا احساس کرتے ہوئے عربی کی ترویج کے لیے قراردادیں پاس کرتے ہوئے سفارشات کیں۔

2. قرآن مجید

مولانا مودودی کے نزدیک اس مرحلے پر نہ صرف تدریس قرآن ہو بلکہ تفہیم قرآن بھی ہو جس کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

"اس مرحلے میں دوسرا لازمی مضمون قرآن مجید کی تدریس ہے اس کی تعلیم اس طور پر دی جائے کہ بچے اچھی طرح سمجھ کر پڑھ سکیں۔ وقت کی قلت کے پیش نظر اگر مکمل نہ بھی پڑھا جاسکے تو کم از کم دو پارے میٹرک لیول تک پڑھائے جانے چاہیے۔ بلکہ مولانا سمجھتے ہیں کہ ہائی اسکول کے آخری مرحلوں میں عربی کی تعلیم بھی قرآن ہی کے ذریعہ ہونی چاہیے اس سے قرآن فہمی اور عربی زبان دانی دونوں میں پختگی آئے گی" 43۔

قرآنی تعلیم کے حوالے سے مولانا رقمطراز ہیں:

"قرآن صرف اتنی استعداد کہ لڑکے کتاب اللہ کو روانی کے ساتھ پڑھ سکیں۔ سادہ آیتوں کو کسی حد تک سمجھ سکیں اور چند سورتیں یاد ہوں" 44۔

لہذا ضروری ہے کہ قرآن حمید کی تعلیم اس طور پر دی جائے طلبہ تجوید اور عربی لہجے میں اچھی طرح پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے معانی اور مطالب سے پوری طرح آشنا و واقف ہوں، اور عملاً معاشرے میں اس کی جھلک پیش کریں۔

3. اسلامی عقائد

جس طرح پرانہری تعلیم میں عقائد کی تعلیم دی جاتی تھی اس مرحلہ میں تفصیلی دلائل کے ساتھ عقائد کی تعلیم دی جائے:

"ثانوی سطح پر تیسرا ضروری مضمون اسلامی عقائد کا ہے اس میں نفس ایمانیات کے ساتھ ان کو تفصیلی دلائل سے سمجھایا جائے۔ اگرچہ پرانہری سطح پر بھی عقائد کا مضمون ہے لیکن ثانوی سطح پر تفصیلات میں جا کر قرآن و حدیث سے دلائل دے کر ذہن نشین کروایا جائے کہ ایمان کے عملی اور اخلاقی تقاضے کیا ہیں؟ اور ان کے عملی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟" 45۔

عقائد کی تعلیم کیسے دی جائے کیا طریقہ اختیار کیا جانا چاہیے۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس مضمون میں عقائد کی خشک کلامی تفصیلات نہیں ہونی چاہئیں، بلکہ ایمانیات کو ذہن نشین کرنے کے لیے نہایت لطیف انداز اختیار کرنا چاہیے جو فطری وجدان اور عقل کو اپیل کرنے والا ہو۔ طلبہ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام کے ایمانیات دراصل کائنات کی بنیادی صداقتیں ہیں اور یہ صداقتیں ہماری زندگی سے گہرا ربط رکھتی ہیں" 46۔

4. اسلامی اخلاق

چوتھا لازمی مضمون اسلامی اخلاقیات کا ہے۔ اس میں صرف اخلاقی تصورات پیش کرنے کے بجائے حضور ﷺ انبیاء کرام اور صحابہ کرام کی زندگیوں سے مواد اکٹھا کر کے طلبہ کے سامنے پیش کیا جائے جس سے ان پر یہ واضح ہو کے ایک مسلمان کا کیا کردار ہے۔ سید مودودی اس باب میں لکھتے ہیں:

"اسلامی عقائد کے ساتھ ساتھ اسلامی اخلاقیات کو بھی ابتدائی تعلیم کی بہ نسبت ثانوی تعلیم میں زیادہ تفصیل اور تشریح کے ساتھ بیان کیا جائے اور تاریخ سے نظریں پیش کر کے یہ بات ذہن نشین کی جائے کہ اسلام کے یہ اخلاقیات محض خیالی اصول اور کتابی نظریے نہیں ہیں بلکہ عمل میں لانے کے لیے ہیں اور فی الواقع اس سیرت و کردار کا ایک ایسی رائے عام پیدا کرنے کی کوشش کی جائے" 47۔

5. اسلامی معاشرت

اس مرحلہ میں تفصیل کے ساتھ نجی اور اجتماعی فلسفہ حیات کی تعلیم دی جائے۔

"پانچواں لازمی مضمون فقہ کا ہے اس مرحلہ میں زندگی گزارنے کے طور طریقے، رہن سہن، شخصی اور ذاتی زندگی، خاندانی زندگی، لین دین اور تمدن و معاشرت وغیرہ احکام و مسائل تفصیل کے ساتھ پڑھائے جائیں۔ اس مرحلہ میں بچے لڑے بن چکے ہوتے ہیں اس لیے ان کو ازدواجی زندگی کے مسائل سے بھی واقفیت ہونی چاہیے جن میں نکاح، طلاق، رضاعت، اور وراثت کے احکام شامل ہیں" 48۔

مولانا مودودی اس مضمون کے بارے فرماتے ہیں:

"ان (طلبہ) کو یہ بتانا چاہیے اسلام تمہارے لیے انفرادی اور اجتماعی زندگی کا کیا پروگرام بتاتا ہے اور یہ پروگرام کس طرح ایک صالح سوسائٹی کی تخلیق کرتا ہے" 49۔

اسلامی معاشرت کی بنیاد تقویٰ، مساوات، اخوت، انصاف، ایثار، دوسروں کی جان و مال، عزت کی حفاظت اور تکریم انسانیت کے بلند اصولوں پر قائم ہے۔ اساسی معاشرت ایک عظیم معاشرت ہے جس کی عظمت و رفعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام نے توحید و رسالت کے بعد سب سے زیادہ توجہ اور اپنی تمام توانائیاں اصلاح معاشرہ کے لیے وقف کیں۔ لہذا طلبہ کو اس طرح معاشرت پڑھائی جائے کہ وہ اسلامی طرز معاشرت کو اپنی زندگیوں میں حقیقی طور پر نافذ کریں۔

6. تاریخ اسلام

اس مرحلہ میں چھٹا لازمی مضمون تاریخ اسلام کا ہے بد قسمتی سے ہمارے طلبہ کو آج تک انگلستان کی تاریخ پڑھائی جاتی رہی ہے لیکن اسلامی تاریخ اور اپنی ملکی تاریخ سے وہ یکسر ناواقف ہیں۔ جب کے اس سطح پر انہیں اسلامی اور ملکی تاریخ کے ساتھ تاریخ انبیاء، سیرت نبوی ﷺ اور حضرات خلفاء راشدین کی زندگیوں کے بارے میں مکمل معلومات ہونی چاہئیں جس کے نتیجے میں وہ اپنی سیرت اور کردار کو سنوار معیار انسانیت کے اعلیٰ مراتب تک پہنچ جائیں۔ تاریخ اسلام کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے سید مودودی لکھتے ہیں:

"اس کے (تاریخ اسلام) پڑھانے کی غرض یہ ہونی چاہیے کہ طلبہ اپنے مذہب اور اپنی قومیت کی اصل سے واقف ہو جائیں اور ان کے دلوں میں اسلامی حمیت کا صحیح احساس پیدا ہو" 50۔

آزادی سے لے کر اب تک ہمارے ملک میں پرائمری و ثانوی تعلیم کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اگرچہ مقداری لحاظ سے ہم نے اس سطح پر ترقی کی ہے لیکن ابھی تک معیاری تعلیم (مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور معاشرت سے منسلک ہو) سے بہت دور ہیں۔ ہمارے اسکولوں میں ابتدائی و ثانوی سطح پر پڑھایا جانے والا نصاب مذہبی، سماجی، معاشرتی و معاشی طرز زندگی سے ہم آہنگ نہیں جو کہ مضبوط نصاب کی بنیادیں ہیں۔

اعلیٰ تعلیم کا نصاب

اس مرحلے میں مولانا مودودی نصابِ تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے ایک کو عام جبکہ دوسرے کو خاص نصابِ تعلیم سے تعبیر کرتے ہیں۔

عام نصابِ تعلیم

یہ نصاب تمام طلبہ و طالبات کو بلا تخصیص پڑھایا جائے چاہے وہ کسی بھی شعبہ علم میں تعلیم حاصل کر رہے ہوں۔ اس نصاب میں تین چیزیں نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ 1- قرآن مجید 2- حدیث کا مختصر مجموعہ 3- اسلامی نظام زندگی کا جامع نقشہ۔ قرآن مجید کی تعلیم اس طرح دی جائے کہ وہ قرآنی تعلیمات سے اچھی طرح روشناس ہو جائیں اور طلبہ کو عربی پر محنت کرائی جائے کہ وہ قرآن کا مفہوم اور روح تک پہنچ جائیں۔ چنانچہ مولانا مودودی بیان کرتے ہیں:

"قرآن مجید اس طرح پڑھایا جائے کہ ایک طرف طلبہ قرآن مجید کی تعلیمات سے بخوبی واقف ہو جائیں اور دوسری طرف ان کی عربی اس حد تک ترقی کر جائے کہ وہ قرآن کو بغیر ترجمے کے اچھی طرح سمجھنے لگیں" 51۔

قرآن مجید ہی وہ کتاب لاریب ہے جو قیامت تک انسانوں کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے اور اسی پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں بلند مرتبہ اور آخرت میں نجات کا حصول ممکن ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے قرآن پاک کے معانی و مفہام کو سمجھا جائے اس کی تفہیم کے لیے درس و تدریس کا بہترین انتظام و انصرام کیا جائے۔ قرآن فہمی کے لیے ترجمہ قرآن اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے طلبہ میں قرآن فہمی کی بنیادی استعداد پیدا کی جائے تاکہ وہ روح قرآن تک رسائی حاصل کر سکیں۔

حدیث نبویہ ﷺ کی تعلیم بغیر ترجمہ کے ان احادیث مبارکہ سے جو اسلامی بنیادی اصولوں، اخلاقی تعلیمات اور سیرت ﷺ پر مشتمل ہوں دینی چاہیے۔ اس فائدہ یہ ہو گا کہ طلبہ جہاں احادیث اور دینی تعلیم سے آگاہ ہوں گے وہاں عربی زبان میں کمال حاصل کر لیں گے۔ اس حوالے سے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"حدیث کا ایک مختصر مجموعہ جس میں وہ احادیث جمع کی جائیں جو اسلام کے بنیادی اصولوں پر، اس کی اخلاقی تعلیمات پر اور نبی ﷺ کی سیرت پاک کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہوں یہ مجموعہ ترجمے کے بغیر ہونا چاہیے 52۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انسانیت میں افضل و اعلیٰ مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے اور ایسی خصوصیات اور خوبیاں عطا فرمائی ہیں جو دیگر انبیاء اور کل کائنات سے ممتاز کرتی ہیں۔ ذخیرہ احادیث میں ایسی بے شمار احادیث موجود ہیں جن میں آپ کی خصوصیات اور اخلاقیات کا ذکر ہے۔ لہذا نصاب میں ایسا مجموعہ ہو جس کے ذریعے طلبہ نبی ﷺ کی عظمت و رفعت کو پہچان کر سچی اتباع کریں اور دنیا و آخرت کی فوز و فلاح کے حقدار بن جائیں۔ اسلامی نظام حیات کے ایک جامع تصور کی تعلیم اس طور پر دی جائے جس میں اسلامی عقائد سے لیکر صلح و جنگ تک کے تمام مسائل کی احسن اور مدلل طریقے سے وضاحت کی جائے تاکہ نسل نو تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلام کی حقیقی روح کو ملحوظ خاطر رکھ سکیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

"اسلامی نظام زندگی کا ایک جامع نقشہ، جس میں اسلام کی اعتقادی بنیادوں سے لے کر عبادات، اخلاق، معاشرت، تہذیب و تمدن، معیشت، سیاست اور صلح و جنگ تک ہر پہلو کو وضاحت کے ساتھ معقول اور مدلل طریقے سے بیان کیا جائے تاکہ ہمارا ہر تعلیم یافتہ نوجوان اپنے دین کو اچھی طرح سمجھ لے 53۔"

خاص نصاب

یہ نصاب ہر شعبہ علم کے طلبہ و طالبات کو ان کے مخصوص شعبہ کی مناسبت سے پڑھایا جائے۔ تمام مضامین کو اسلامی خیالات و تصورات کی روشنی اور ان کے پس منظر کے ساتھ پڑھایا جائے، ہر مضمون کے طلبہ الگ ہوں 54۔

اسلامی فلسفہ

اس مضمون میں طلبہ کو تمام جدید فلسفیانہ نظام ہائے کے ساتھ اسلامی فکر و فلسفہ پڑھانا از بس ضروری ہے۔ لیکن اسلامی فلسفہ وہ نہیں جو مسلمانوں نے ارسطو، افلاطون اور فلاطینوس سے اخذ کر کے پھر انہیں کی ڈگر پر آگے بڑھایا اور نہ ہی اس سے مراد ہمارے متکلمین کا مرتب کردہ علم الکلام ہے جو یونانی منطق و فلسفہ کے نتیجے میں وجود میں آیا بلکہ ہمیں اس فلسفہ کو قرآنی بنیادوں پر از سر نو مرتب کرنا ہو گا جو ایک طرف انسانی علم و عقل کے حدود متعین کرتا ہے تو دوسری طرف وہ محسوسات کے پیچھے چھپی ہوئی حقیقتوں کو تلاش کرنے کے درست راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور تیسری طرف وہ منطق کے ناقص طرز استدلال کو چھوڑ کر عقل عام کے مطابق ایک سیدھا سادا طرز استدلال سکھاتا ہے۔ سید مودودی اسلامی فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور (اسلامی فلسفہ) ان سب کے ساتھ وہ ایک پورا نظریہ کائنات و انسان پیش کرتا ہے جس کے اندر ذہن میں پیدا ہونے والے ہر سوال کا جواب موجود ہے ان بنیادوں پر ایک نیا فن استدلال، ایک نیا طریق تفلسف ایک نیا فلسفہ مابعد الطبعیات، ایک نیا فلسفہ اخلاق اور ایک نیا علم النفس مرتب کیا جاسکتا ہے جسے اب مرتب کرانے کی سخت ضرورت ہے تاکہ ہمارے فلسفہ کے طلبہ فلسفہ کی قدیم و جدید بھول بھلیوں میں داخل ہو کر پھنسنے کے پھنسنے نہ رہ جائیں 55۔"

اسلامی تاریخ

تاریخ پڑھنے والے طلبہ کو دیگر تواریخ کے ساتھ اسلامی تاریخ اور فلسفہ تاریخ کے ساتھ اسلامی فلسفہ تاریخ سے مکمل واقفیت دی جائے۔ مولانا سمجھتے ہیں اسلامی تاریخ اور مسلمانوں کی تاریخ دو الگ الگ چیزیں ہیں جن کو غلط فہمی کی بنیاد پر ایک سمجھ لیا گیا ہے جسکی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اسلامی تاریخ کا مطلب بالعموم مسلمان قوموں اور ریاستوں کی تاریخ، یا ان کے تمدن اور علوم و آداب کی تاریخ سمجھا جاتا ہے اور اسلامی فلسفہ تاریخ کا نام سن کر معاً ایک طالب علم ابن خلدون کی طرف دیکھنے لگتا ہے 56۔"

اس حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

"میں علم تاریخ کے نقطہ نظر سے ان دونوں چیزوں کی قدر و قیمت کا انکار نہیں کرتا، نہ یہ کہتا ہوں کہ یہ چیزیں پڑھائی نہ جائیں۔ مگر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اسلامی تاریخ اور مسلمانوں کی تاریخ دو الگ چیزیں ہیں 57۔"

عمرانیات

تمام عمرانی علوم کو اپنے اصول و قواعد اور مطمح نظر سے پڑھانے کے ساتھ ساتھ اس علم سے متعلق اسلامی تعلیمات کو ضروری داخل نصاب ہونا چاہیے۔ معاشیات میں اسلامی اصول معیشت اور سیاسیات میں اسلام کا سیاسی نظریہ اور نظام وغیرہ شامل ہوں 58۔

فنی علوم

جہاں تک فنی علوم کا تعلق ہے اس میں اسلام بحث نہیں کرتا۔ ان میں اسلامی تعلیمات کے دخول کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اخلاقی تربیت کافی ہے 59۔

تخصص

ماسٹر لیول تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد طلبہ کو تخصص کروایا جائے جس طرح ہمارے ہاں دوسرے مضامین میں اختصاصی تعلیم کا بندوبست کیا جاتا ہے یعنی اسی طرح علوم اسلامیہ کی تعلیم میں اسپیشلائزیشن کا بھرپور انتظام و انصرام ہونا چاہیے۔ اس نہ صرف عالم پیدا ہوں گے بلکہ اعلیٰ درجہ کے فقیہ، مفسر، محدث اور مجتہدین اسلام پیدا ہوں گے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہمیں اپنی یونیورسٹیز میں علیحدہ سے اختصاصی شعبہ جات، اسلامک بلاک اور ڈیپارٹمنٹس قائم کرنے ہوں گے۔ مولانا مودودی کے نزدیک علوم اسلامیہ میں اسپیشلائزیشن کے لیے درجہ ذیل نصاب پڑھایا جائے 60۔

عربی ادب

اس مضمون کی تعلیم سے طلبہ میں عربی ادب کی تفہیم و واقفیت کے ساتھ قابلیت اور استعداد میں اضافہ ہوگا جس سے وہ اعلیٰ درجہ کی علمی کتب پڑھنے سمجھنے کے ساتھ نہ صرف عربی زبان لکھنے میں ماہر ہوں گے بلکہ قادر الکلام بھی ہوں گے⁶¹۔

علوم قرآن

علوم قرآنیہ میں طلبہ کو علم تفسیر سے مکمل روشناس کروایا جائے جن میں اصول تفسیر، علم تفسیر، اور فن تفسیر کو پڑھاتے ہوئے مختلف مذاہب کی خصوصیات سے آگاہی فہم کی جائے۔ اور قرآن مجید کا تحقیقی مطالعہ بھی کرایا جائے⁶²۔

علوم حدیث

اس مضمون میں طلبہ کو اصول حدیث، تاریخ علم حدیث اور فن جرح و تعدیل سے باور کروایا جائے اور اس کے بعد احادیث کی کتب پڑھائی جائیں۔ طلبہ کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ احادیث کی جانچ پڑتال کر سکیں اور درایت کے اصولوں پر پڑھنے کے بعد ان کی صحت و سقم کے متعلق رائے قائم کرنے کے قابل ہو جائیں⁶³۔

علم فقہ

علم فقہ میں طلبہ کو اصول فقہ، تاریخ علم فقہ اچھی طرح زہن نشین کرائی جائے، فقہی مذاہب تفصیلی پڑھائے جائیں اس طور پر کہ ہر مذہب کی امتیازی خصوصیات اور قرآن و حدیث سے نصوص کا طرز استدلال اور استنباط احکام کے طرق سے روشناس کرایا جائے⁶⁴۔

علم العقائد

علم عقائد میں علم کلام کا تعارف اور اس کی تاریخ سے آشنا کیا جائے کہ طلبہ اس علم کی حقیقت سے واقفیت کے ساتھ متکلمین اسلام کے پورے کام پر انہیں مکمل دسترس ہو⁶⁵۔

تقابل ادیان

اس مضمون میں طلبہ کو دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کا تعارف، تعلیمات، خصوصیات اور ان کی تاریخ سے روشناس کیا جائے⁶⁶۔

ڈاکٹریٹ

اختصاصی تعلیم کے بعد علوم اسلامیہ میں تحقیق کرنے کے لیے ایک مستقل شعبہ ہونا چاہیے جو جدید مغربی یونیورسٹیوں کی طرح اعلیٰ درجہ کی علمی تحقیق کرنے پر ڈگری جاری کرے۔ اس حوالے سے سید مودودی لکھتے ہیں:

"اس شعبہ میں ایسے لوگ تیار کیے جائیں جو مجتہدانہ طرز تحقیق کی تربیت پا کر نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے پوری دنیا کی نظری و فکری رہنمائی کے لیے مستعد ہوں⁶⁷۔"

ماڈل اسلامی یونیورسٹی (مولانا مودودی کا نقطہ نظر)

مولانا مودودی نے 1934ء میں ماہ نامہ ترجمان القرآن میں ایک مضمون "ملت کی تعمیر نو کا صحیح طریقہ" کے عنوان سے لکھا تھا کہ مسلمانوں کی نئی نسل کی فکری و دینی تربیت کے لیے کن کن اقدامات کی اور کس ترتیب کے ساتھ ضرورت ہے۔ یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ ملت اسلامیہ کی عمارت جس ترتیب پر قائم ہوئی تھی وہ اس طرح تھی کہ پہلے قرآن مجید پھر سنت رسول پھر اہل علم کا اجتہاد تھا لیکن بد قسمتی سے اب یہ ترتیب نہیں رہی۔ مولانا نے گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس ترتیب کو بالکل ہی الٹ دیا گیا ہے جس کی بدولت جمود آ گیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک تعلیمی ماڈل پیش کیا جس میں فکری، دینی اور اخلاقی تربیت کا خیال رکھا گیا ہے۔ مولانا کے نزدیک امت مسلمہ کا احیاء اس وقت تک ممکن نہیں جب تک نظام تعلیم کی اصلاح نہ کی جائے اور اس کو صحیح سمت نہ دی جائے۔ اس لیے انہوں نے تعلیمی اصلاحات کی تجاویز پیش کیں۔

مولانا مودودی نظام اور نصاب تعلیم کی از سر نو تشکیل کے لیے جو سوچا تھا اس کو عملی شکل میں لانے کے لیے وہ ایک اسلامی یونیورسٹی کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اس کا اظہار وہ اس طرح سے کرتے ہیں:

"در حقیقت عالم اسلام کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ نہ تو دارالعلوم ہے جو قدیم طرز کے علماء تیار کرے اور نہ جدید یونیورسٹی جو مغربی علوم کے ماہرین پیدا کرے بلکہ ایک ایسی یونیورسٹی کی ضرورت ہے جو دنیا میں اسلام کے علمبردار تیار کر سکے، جو اخلاق و کردار کے اعتبار سے اور ذہنی صلاحیتوں کے اعتبار سے مغربی طرز کے نظام تعلیم سے فارغ ہونے والوں کی بہ نسبت فائق تر ہوں۔"⁶⁸

اسلامی یونیورسٹی کے مقاصد

1. ایسے صالح و متقی علماء کی تیاری جو عصر حاضر میں اسلام کے مطابق دنیا کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام کے اہل ہوں۔
 2. اس کا ماحول ایسا ہو جو طلبہ میں اعلیٰ اسلامی صفات پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اندر اسلامی ثقافت کو مستحکم کرے۔
 3. اسے تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے کھلا ہونا چاہیے، تاکہ ہر جگہ کے طالب علم آزادی کے ساتھ اس میں داخلہ لے سکیں۔
 4. اسے لازماً قائمی یونیورسٹی ہونا چاہیے جس میں طلبہ ہمہ وقت رہیں۔
 5. اس کے لیے اساتذہ کا انتخاب صرف علمی قابلیت کی بنیاد پر ہی نہ ہو بلکہ اس کے تمام اساتذہ اپنے عقائد و نظریات اور اپنی عملی زندگی کے لحاظ سے صالح اور متقی بھی ہوں۔
 6. اس کے طلبہ کو ایسی تربیت دی جانی چاہیے کہ ان کے اندر حسب ذیل اوصاف پیدا ہوں:
- ا. اسلام اور اس کی تہذیب پر فخر اور است دنیا میں غالب کرنے کا عزم۔

ب. اسلامی اخلاق سے متصف اور اسلامی احکام کی پابندی۔

ت. دینی ثقافت اور مجتہدانہ بصیرت۔

ث. تنگ نظری اور فرقہ بندی سے پاک ہونا۔

ج. تحریر و تقریر، تنظیم و انتظام اور قیادت کی صلاحیتوں سے متصف ہونا۔

ح. جفاکشی، محنت، چستی اور اپنے ہاتھ سے ہر طرح کے کام کر لینے کی صلاحیت۔

خ. اس میں صرف وہ لوگ داخل کیے جائیں جو ثانوی تعلیم سے فارغ ہو چکے ہوں۔

7. یونیورسٹی صرف علوم اسلامیہ کے ماہرین تیار کرے دوسرے علوم اسلامی علوم کے معاون کے طور پر پڑھائے جائیں⁶⁹۔

تعلیمی مراحل

مولانا مودودی کے نزدیک اس کی تعلیم تین مراحل پر مشتمل ہونی چاہیے، حسب ترتیب مرحلہ اولیٰ 4 سال، مرحلہ ثانیہ 3 سال اور مرحلہ ثالثہ 2 سال کا ہو۔

مرحلہ اولیٰ کا نصاب

اس مرحلہ کی مدت چونکہ چار سال پر محیط ہے لہذا حسب ذیل مضامین کو اس مدت پر مناسب طریقے سے تقسیم کر دینا چاہیے۔

عقائد اسلام

اس مضمون میں قرآن و سنت کی رو سے اسلام کے عقائد عقلی اور نقلی دلائل سے تفصیلاً پڑھانے چاہیں۔

اسلامی نظام حیات

اس مضمون میں طلبہ کو اسلامی تمدن و ثقافت اور اسلامی نظام حیات سے مکمل روشناس کرایا جائے۔

قرآن مجید

اس چار سالہ مدت میں قرآن کی مختصر تفسیر اس طرح پڑھائی جائے کہ طلبہ کے ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات خود بخود رفع ہو جائیں۔

حدیث

اس مضمون میں طلبہ کو تاریخ علم حدیث، علم حدیث، اصول حدیث اور حجیت حدیث مکمل دلائل سے پڑھانے کے بعد سنن کی ایک کتاب بھی پڑھانی ضروری ہے۔

فقہ

اس میں طلبہ کو تاریخ فقہ اور اصول فقہ سمجھانے کے بعد فقہ کی تعلیم اس طرح دی جائے کہ وہ مسائل فقہیہ میں فقہاء کے مذاہب سے واقف ہونے کے ساتھ وہ ماخذ شریعت سے مجتہدین کے استنباط سے بھی آگاہی حاصل کر لیں۔

تاریخ اسلام

اس مضمون میں انبیاء کرام کی تاریخ سے لے کر آج تک کی مکمل تاریخ اسلامی پڑھانی چاہیے۔

عمرانیات

سوشل سائنسز کی تعلیم کے لیے ایسے اساتذہ کا انتخاب کیا جائے جو اسلامی نقطہ نظر سے پڑھا سکیں اور مغربی تہذیب و نظریات سے طلبہ کو دور رکھیں۔

ادیان عالم

اس مضمون میں دنیا میں پائے جانے والے بڑے بڑے مذاہب سے واقفیت دی جائے۔ جدید مغربی افکار کی تاریخ: اس میں مغربی جمہوریت، اشتراکیت اور فسطائیت کے بارے میں تعلیم دی جائے۔

بین الاقوامی زبان

اس میں بین الاقوامی زبانوں میں سے کوئی ایک انگریزی، جرمن اور فرنچ زبان سکھائی جائے⁷⁰۔

مرحلہ ثانیہ

اس مرحلہ میں پانچ شعبے ہونے چاہیے، تفسیر، حدیث، فقہ، علم الکلام اور تاریخ۔

شعبہ تفسیر

تفسیر کے شعبہ میں درج ذیل سات مضامین ہونے چاہیے:

"(1) تاریخ قرآن (2) تاریخ علم تفسیر اور مفسرین کے مذاہب و خصوصیات (3) اختلاف قرأت (4) اصول تفسیر (5) قرآن مجید کا تفصیلی اور گہرا مطالعہ (6) مخالفین قرآن کے اعتراضات کے جوابات (7) احکام قرآن۔"

شعبہ حدیث

اس شعبے میں درج ذیل پانچ مضامین ہونے چاہیے۔

(1) تاریخ و تدوین حدیث (2) علوم حدیث اپنے تمام شعبوں کے ساتھ (3) حدیث کی امہات کتب میں سے کوئی ایک کتاب تفصیلی تنقید کے ساتھ تاکہ طلبہ میں محدثانہ جانچ پرکھ پیدا ہو۔ (4) کتب صحاح پر ایک جامع نظر (5) مخالفین حدیث کے اعتراضات تفصیلی جائزہ اور جوابات⁷¹۔

اس اسلامی یونیورسٹی کا مولانا مودودی نے مقصد تعلیم یہ بتایا:

"وہ ایسے صالح علماء تیار کرے جو اس دور جدید میں ٹھیک ٹھیک دین حق کے مطابق دنیا کی رہائی کرنے کے قابل ہوں⁷²۔"

مولانا مودودی نے رائج الوقت قدیم اور جدید نظامہائے تعلیم پر گہری تنقید کرتے ہوئے غیر مفید قرار دیا۔ کیونکہ یہ ایسا مرکب ہے جس میں دونوں عناصر کی ترکیب غیر مساویانہ ہے، مغربی تعلیمی عنصر بہت زیادہ طاقت ور ہے، خارجی اور حکومتی ماحول بھی اس کو غیر معمولی تقویت پہنچا رہا ہے اس کے مقابلہ میں اسلامی تعلیمی عنصر بہت کمزور ہے، ریاستی اور خارجی ماحول بھی اس کے مخالف ہے۔ ساری تعلیم، سارے مضامین تعلیم، درس گاہوں کا ماحول سب پر مادیت اور ناخدا شناسی کی چھاپ پڑی ہوئی ہے اور دینی تعلیم کا بس ایک گھنٹہ ہے، جیسے ٹاٹ میں ریشم کا چھوٹا سا ٹکڑا جوڑ دیا جائے۔

نتائج و سفارشات

مولانا مودودی نے بہترین اسلامی نظام تعلیم کے نفاذ کے لیے انتہائی اہم اور موزوں چیزیں تحریر و تقریر میں ذکر کیں ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ بہر حال پوری بحث سے درج ذیل چند اہم باتیں سامنے آتی ہیں۔ مروجہ نظامہائے تعلیم کو ختم کر کے یکساں نظام تعلیم مرتب کیا جائے تاکہ دین و دنیا کی تفریق کا تصور ختم ہو جائے۔ قرآن و سنت کی روشنی اور ملی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مقاصد تعلیم کا تعین کیا جائے۔ جدید تعلیمی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اگرچہ مخلوط نظام تعلیم کا خاتمہ ناگزیر ہے لیکن ایسا نظام تعلیم رائج کیا جائے جس سے درس گاہوں میں اسلامی ماحول پروان چڑھے۔ طلباء کی فکری و عملی تربیت کے سلسلے میں ہم نصابی سرگرمیوں کا انعقاد کیا جائے۔ میٹرک تک ایک جیسا نصاب تعلیم جبکہ اس بعد کے طلباء کی دلچسپی اور میلان کے مطابق تخصص کی طرف جایا جائے۔ دینی اداروں کو بھی مرکزی دھارے میں لایا جائے۔ اور انہیں الہیات اور مذاہب کی تحقیق کے مراکز میں تبدیل کیا جائے۔ جامعات کو تحقیق کے اعلیٰ علمی و عملی مراکز میں تبدیل کی جائے۔ تعلیمی اداروں میں اعلیٰ تہذیبی و تمدنی اقدار کو فروغ دینے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

حواشی و حوالہ جات

- 1 عبد الوحید، عالمی شخصیات (انسائیکلو پیڈیا): 65، مشتاق بک کارنر، الکریم ہاکیٹ، اردو بازار لاہور، 2014ء
- 2 یاسر جواد، عالمی انسائیکلو پیڈیا 2: 1987، الفیصل کتب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، 2009ء
- 3 عالمی شخصیات (انسائیکلو پیڈیا): 65
- 4 http://jamaat.org/ur/bani_intro.php /accessed November 17,2020-
- 5 عالمی شخصیات (انسائیکلو پیڈیا): 65
- 6 عالمی انسائیکلو پیڈیا 2: 1987
- 7 عالمی شخصیات (انسائیکلو پیڈیا): 65
- 8 سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن 4: 232، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1949ء
- 9 دین کے اصل مطالبات اور ہمارا طرز عمل: 12-13
- 10 پروفیسر ظفر حسین خان، پاکستان کا تناظر تعلیم: 58، مطبع وسن اشاعت نامعلوم
- 11 نفس مصدر

سید ابوالاعلیٰ مودودی، تعلیمات: 4، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ منصورہ ملتان روڈ، لاہور، پاکستان، 2016ء	12
نفس مصدر: 5	13
تعلیمات: 46-47	14
نفس مصدر: 129	15
سید ابوالاعلیٰ مودودی، رسائل و مسائل: 35، المنار بک سنٹر، لاہور، 1984ء	16
تعلیمات: 129	17
سورۃ الذاریات 51: 61	18
سورۃ الاسراء 17: 36	19
تعلیمات: 48	20
نفس مصدر: 49	21
تعلیمات: 51	22
نفس مصدر: 93	23
تعلیمات: 94	24
نفس مصدر: 103	25
تعلیمات: 103	26
نفس مصدر: 102	27
تعلیمات: 104	28
نفس مصدر: 27-28	29
تعلیمات: 27-28	30
جمیل احمد رانا، سلیم منصور خالد، تذکرہ سید مودودی: 171، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور (س-ن)	31
نفس مصدر	32
تعلیمات: 104	33
نفس مصدر: 104	34
تعلیمات: 104	35
نفس مصدر: 105	36
تعلیمات: 105	37
نفس مصدر: 106	38
تعلیمات: 106	39
نفس مصدر	40

41	تعلیمات: 107
42	نفس مصدر
43	تعلیمات: 107
44	تنقیحات: 223
45	تعلیمات: 108
46-	تنقیحات: 223-222
47	تعلیمات: 109
48	تعلیمات: 108
49	تنقیحات: 223
50	نفس مصدر: 223
51	تعلیمات: 145
52	نفس مصدر: 145
53	تعلیمات: 146
54	نفس مصدر: 111
55	تعلیمات: 146
56	نفس مصدر: 147
57	تعلیمات: 147
58	نفس مصدر: 113
59	تعلیمات: 148
60	نفس مصدر
61	تعلیمات: 114
62	نفس مصدر
63	تعلیمات: 115
64	نفس مصدر
65	تعلیمات: 115
66	نفس مصدر: 149
67	تنقیحات: 226
68	تعلیمات: 118
69	نفس مصدر: 121-120

تعلیمات: 122-123	70
نفس مصدر: 124	71
تعلیمات: 168	72